

قرآن کریم کا پیغام ایک عالمگیر پیغام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
تمام انسانوں کے لئے تاقیامت نبی ہیں۔

آج کل قرآن کریم اور اسلامی تعلیم کو بدنام کرنے کی ایک مذموم کوشش امریکہ کے ایک چرچ  
کی طرف سے ہو رہی ہے۔ انہوں نے 11 ستمبر کو قرآن کریم کو جلانے کا بھی ایک پروگرام بنایا ہے۔

**جماعت احمدیہ میڈیا کے ذریعہ اور مختلف طریقوں سے  
اس چرچ کو اس مذموم حرکت سے روکنے کی کوشش کر رہی ہے۔**

امریکہ کی جماعت کو ہدایت کہ ایک مہم کی صورت میں اس پر کام کریں۔  
دنیا کی باقی جماعتوں کو بھی اس سلسلہ میں اقدام کی ہدایت۔

دنیا کو بتائیں کہ یہ دنیا میں فساد پیدا کرنے کا طریقہ ہے اس سے بجائے  
محبتوں کے کینوں اور بغضوں کی دیواریں کھڑی ہوں گی۔

(حضرت اقدس مسیح موعود ﷺ کے ارشادات کے حوالہ سے)

قرآن کریم پر بعض اعتراضات کے جوابات اور قرآنی تعلیم کی فضیلت کا تذکرہ)

رمضان کے دنوں میں جب ہر ایک کو نمازوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے اور اللہ کے فضل سے  
مسجداں بھری ہوئی ہیں تو شیطان کے ساتھ مقابلے میں پوری طاقت صرف کر دینی چاہئے۔

مکرم ڈاکٹر نجم الحسن صاحب شہید (کراچی) اور مکرم حبیب الرحمن صاحب شہید (ساگھڑ)  
اور مکرم موسیٰ رستمی صاحب (آف کو سو وو) کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 20 اگست 2010ء بمطابق 20 رظہور 1389 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ - إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ -

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ - صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ -

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ - فَمَنْ شَهِدَ  
مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ - وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ - يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا  
يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ - وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ -

(سورة البقره آیت: 186)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر  
اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر اتارا گیا جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور  
ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا  
دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لئے لڑتگی نہیں چاہتا۔ اور چاہتا ہے کہ تم  
سہولت سے گنتی کو پورا کرو۔ اور اس ہدایت کی بناء پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔  
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رمضان کے مہینے کی قرآن کریم سے خاص نسبت کا بیان فرمایا ہے۔ یعنی یہ  
مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ قرآن کریم کے نازل ہونے کی ابتدا بھی اس مہینے میں  
ہوئی اور اس بابرکت مہینے میں جبرئیل عليه السلام ہر سال اس وقت تک نازل شدہ قرآن کریم کی دہرائی آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو کروایا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبریل يعرض القرآن على النبي حديث نمبر: 4998)

پس یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کے اس پاک کلام کو خاص طور پر پڑھنے اور سمجھنے کا مہینہ ہے۔ گویا یہ اس لحاظ سے بھی بڑی اہمیت کا مہینہ ہے۔ صرف روزے رکھنے اور اس فرض کو پورا کرنے کی حد تک نہیں جس کی کچھ تفصیل پہلی آیات میں بیان ہوئی ہے اور کچھ تفصیل اس آیت میں اور بعد کی آیت میں بیان ہوئی ہے۔ بلکہ اس کی اہمیت اس لئے بھی بہت بڑھ جاتی ہے کہ اس مبارک مہینے میں قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی جو کامل اور مکمل شریعت کی کتاب ہے جو انسانِ کامل پر نازل ہوئی، وہ نبی جو تمام انسانوں کے لئے مبعوث ہوا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّى رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (الماعرف: 159) کہ اے نبی کہہ دے میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنْ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سبا: 29) اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں قرآن کریم مختلف جگہوں پر مختلف انداز میں بیان فرماتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے وہ پیارے رسول ہیں جو تمام انسانوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور اب تاقیامت کوئی اور شرعی کتاب والا نبی نہیں آسکتا، شریعت لے کر نہیں آسکتا۔ پس قرآن کریم کا پیغام ایک عالمگیر پیغام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے لئے تاقیامت نبی ہیں۔ اپنے آخری ہونے اور تمام انسانیت کے لئے ہونے کا دعویٰ قرآن کریم نے کیا ہے۔ یہ اعزاز قرآن کریم کو حاصل ہے۔ اس لئے اس کی عظمت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے اور بڑھ جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”ہم ایسے نبی کے وارث ہیں جو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور كَافَّةً لِّلنَّاسِ کے لئے رسول ہو کر آیا۔ جس کی کتاب کا خدا محافظ اور جس کے حقائق و معارف سب سے بڑھ کر ہیں۔“

(الحکم جلد 6 نمبر 36 مورخہ 10 اکتوبر 1902ء صفحہ 11)

قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بھی کہا گیا ہے، پس یہ وہ عظیم نبی ہے جس سے اب انسانیت کے لئے رحمت کے چشمے پھوٹنے ہیں اور پھوٹتے ہیں۔ اور آپ پر اتری ہوئی کتاب ہی ہے جس کی تعلیم پر حقیقی عمل کرنے والے اپنے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے دنیا کے لئے رحمت ہیں۔ کاش کہ آج کے شدت پسند مُلّاؤں اور اپنے زعم میں عالم کھلانے والوں کو بھی یہ پتہ لگ جائے۔ ان لوگوں کو

بھی پتہ لگ جائے جو مذہبی جبہ پوش ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا میں رحمتوں کی تقسیم کے لئے آئے تھے، نہ کہ امن پسند شہریوں کے امن چھیننے کی تعلیم دینے کے لئے، نہ کہ معصوموں کی جانوں سے بے رحمانہ طور پر کھیلنے کے لئے۔ بہر حال اس آیت کے اس حصہ میں جس میں قرآن کریم کے حوالے کے طور پر بات ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قرآن میں تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ اس میں کھلے کھلے نشانات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں حق و باطل میں فرق کرنے والے امور بیان کئے گئے ہیں۔ پس مومنین کا فرض ہے کہ اس روشن تعلیم اور ہدایت سے پُر جامع کتاب قرآن کو جو حق و باطل میں فرق کرتی ہے اس مہینے میں جو رمضان کا مہینہ کہلاتا ہے، جو روحانیت میں ترقی کا مہینہ کہلاتا ہے، جس میں روزے رکھ کر انسان خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس میں ایک مؤمن اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی کوشش کرتا ہے اس میں قرآن کریم کو اپنے سامنے رکھو کہ یہ تمہارا رہنما ہے۔ اس مہینے میں اس پر غور کرو۔ اس کی تلاوت پر جہاں زور دو وہاں اس کے احکامات پر غور کرتے ہوئے اپنی ہدایت کے سامان پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ کہ یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ پہلے فرمایا تمام انسانیت کے لئے ہدایت ہے۔ ہدایتوں کے معیار مختلف ہیں۔ متقیوں کے لئے بھی اس میں ہدایت ہے۔ صرف ایک دفعہ ایمان لا کر یا تقویٰ پر قائم ہو کر ہدایت ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ ہدایت کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو متقی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی خشیت پر ہر قسم کے خوف، خشیت اور محبت کو حاوی سمجھتے ہیں۔ اگر ان دعویٰ کرنے والوں کا یہ دعویٰ سچا ہے تو پھر اس تعلیم کی تمام باریکیوں پر عمل کرنا بھی ضروری ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ جو غور نہیں کرتے، تقویٰ پر چلنے کی کوشش نہیں کرتے ایسے لوگوں کا رات کا جاگنا بھی صرف جاگنا ہے۔ اور ان لوگوں کے روزے بھی صرف بھوک اور پیاس ہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الصیام باب ماجاء فی الغیبة و امر فث اللسانم حدیث نمبر 1690)

پس روزے کی اہمیت اس وقت ہے جب قرآن کی اہمیت ہو۔ اس کی تعلیم کی اہمیت ہو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ اس تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دنوں میں تزکیہ نفس پر زور دینے کو اہمیت دی ہے جس کا پتہ بھی ہمیں قرآن کریم سے چلتا ہے۔ جب یہ حالت ایک مومن کی ہوگی تب وہ اس خوبصورت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ تب ہم دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ جس طرف تم جا رہے ہو یہ بہت خطرناک راستہ ہے۔ یہ تباہی کا راستہ ہے۔ یہ تمہاری دنیا و آخرت کی بربادی کا راستہ ہے۔ اگر تم دنیا و آخرت کی بقا

چاہتے ہو تو آؤ ہم تمہیں ہدایت کے راستے بتاتے ہیں۔ قرآن کریم کا صرف دعویٰ نہیں ہے کہ هُدَىٰ لِّلنَّاسِ۔ بلکہ اگر تم اس تعلیم پر عمل کرو تو اس دنیا میں ہدایت کے اثرات نظر آتے ہیں۔ یعنی جیسا کہ میں نے کہا، سب سے پہلے تو ایک مسلمان کے عمل ہمارے سامنے ہونے چاہئیں، دنیا کے سامنے ہونے چاہئیں، جسے دنیا دیکھ سکے۔ یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ آج مسلمانوں کے عمل ہی ہیں جو مخالفین اسلام کو یہ موقع دے رہے ہیں کہ وہ قرآن کریم پر اعتراض کریں، اس کی تعلیم پر اعتراض کریں۔

آج کل قرآن کریم اور اسلامی تعلیم کو بدنام کرنے کی ایک مذموم کوشش امریکہ کے ایک چرچ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ انہوں نے اپنا جو پروگرام بنایا ہے اس میں ایک ظالمانہ کام 11 ستمبر کو قرآن کریم کو جلانے کا بھی ہے جسے میڈیا نے ہر جگہ بیان کیا ہے۔ اس چرچ نے جو اعتراضات کئے ہیں وہ دس اعتراضات ہیں جو انتہائی لغو اور بودے اعتراضات ہیں۔ اعتراض کرنے ہوں تو ہم بائبل پر بہت سارے اعتراض کر سکتے ہیں لیکن ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ فساد پیدا کریں۔ ہاں علمی بحث ہے اور اعتراض کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔ علمی بحث ہم کرتے ہیں۔ لیکن کسی مسلمان کا یہ حق نہیں کہ ان باتوں کی وجہ سے کہ بائبل بعض باتیں کرتی ہے، بلکہ بعض جگہ توحید کی منکر ہے، تو اس بائبل کو جلانا شروع کر دیں؟ قرآن کریم تو شروع سے آخر تک توحید کی تعلیم دیتا ہے اور یہی کام ہم نے کرنا ہے۔ اور تمام انبیاء اسی مقصد کے لئے آئے ہیں۔ سب سے بڑھ کر قرآن کریم ہی ہے جس نے توحید کی تعلیم دی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ توحید ہی ہے جس کے بغیر کسی مذہب کی بنیاد ہی نہیں ہو سکتی۔ اور اس زمانہ میں جس جری اللہ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے اس نے اس تعلیم کو اس عظمت سے ظاہر فرمایا کہ جو بندے کو خدا بنانے والے تھے، انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ماننے والوں سے مذہبی بحث نہ کرو۔ آج کل کی عیسائیت کی تو بنیاد ہی تثلیث پر ہے۔ توحید سے تو اس کی بنیادیں ہی ہل جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو بائبل سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے اقوال سے ثابت فرمایا کہ وہ خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور کوئی خدا کا بیٹا نہیں بن سکتا۔ اس چرچ کو جو قرآن کے خلاف مہم چلا رہا ہے سب سے بڑا اعتراض ہی یہی ہے۔ پہلا اعتراض ہی انہوں نے یہ لکھا ہوا ہے اور دوسرے میں اسی اعتراض کو پھر آگے پھیلا یا کہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتا۔ اور اس وجہ سے کہتا ہے کہ نجات انسان کے عمل سے ہے نہ کہ کسی کے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر چڑھنے کی وجہ سے۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ اس بات پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بھی یقین کرتے تھے لیکن ان کے نام پر ان کی تعلیم کو بعد میں بگاڑ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے مقابل پر ایک عاجز انسان کو لاکر کھڑا کر دیا گیا۔ پس جب انسان شکست خوردہ ہو

جائے، اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ شدت پسندی پہ اتر آئے۔ اور یہ چرچ جس کا نام Dove world outreach centre church ہے، یہی کر رہا ہے۔ بائبل میں تو ایک جگہ بلکہ ایک جگہ کیا کئی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرقس میں جسے انگریزی میں Mark کہتے ہیں، ایک جگہ فرماتے ہیں، اس کا باب 12 آیت 29-30 ہے کہ: ”اول یہ کہ اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ“۔

(مرقس باب 12 آیت 29,30)

اس کے علاوہ اور بہت سی جگہوں پر مسیح کی الوہیت کی تردید بائبل میں موجود ہے۔ خود بائبل تردید کرتی ہے۔

دلائل سے پُر اس بحث اور قرآن کریم کی حقیقت بیانی اور برتری کو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثابت فرمایا اور عیسائیوں کی ہر دلیل کو رد کیا تھا اور آج تک جماعت احمدیہ کرتی چلی آ رہی ہے۔ قرآن کریم کی تو یہ خوبصورت تعلیم ہے کہ حق کی تبلیغ کرو۔ دنیا کو بتادو کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (بقرہ: 257) کہ یقیناً ہدایت اور گمراہی کا فرق ظاہر ہو چکا۔ لیکن یہ فرق بیان کرنے اور منوانے کے لئے کسی جبر کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کی مرضی ہے مانے، جس کی مرضی ہے نہ مانے۔ فرمایا: اے نبی! تیرا کام صرف اس کلام کو، اس پیغام کو جو قرآن کریم کی صورت میں تجھ پر اترا ہے لوگوں تک پہنچا دینا ہے، ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ پس اس خوبصورت تعلیم کو یہ مذموم کوشش کر کے جلانا چاہتے ہیں۔ اس تعلیم کی روشنی میں شدت پسندی اور بدامنی کی تعلیم یہ چرچ دے رہا ہے یا مسلمان؟

یہ چرچ تو اپنی تعلیم پر بھی عمل نہیں کر رہا، جو بائبل میں ان کی اپنی تعلیم ہے۔ بائبل تو کہتی ہے کہ اگر تمہارے ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دو۔ (متی باب 5 آیت 39)

یہ تو بائبل نے نہیں کہا کہ تم مذہبی نفرتوں کو ہوا دو۔ بہت سے عیسائی چرچوں نے بھی اس چرچ کی اس ظالمانہ سوچ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی مذمت کی ہے اور سختی سے تردید کی ہے کہ ہم اس میں شامل نہیں ہوں گے۔ اور ہر عقل مند اور امن پسند انسان کا یہی رد عمل ہونا چاہئے۔ جماعت احمدیہ بھی میڈیا کے ذریعے اور مختلف طریقوں سے اس Dove Church کو اپنی اس مذموم حرکت سے روکنے کی کوشش کر رہی ہے۔

(Dove) عیسائیت میں روح القدس کا نشان بھی ہے کہ یہی کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ پر فاختہ کی صورت میں روح القدس اتری۔ بہر حال امریکہ کی جماعت کو بھی میں نے کہا تھا کہ ایک مہم کی صورت میں اس پر کام کریں اور دنیا کی باقی جماعتوں کو بھی اسی طرح کرنا چاہئے کہ یہ جو طریقہ اپنا رہے ہیں یہ دنیا میں فساد پیدا کرنے کا طریقہ ہے۔ اس سے بجائے محبتوں کے کینوں اور بغضوں کی دیواریں کھڑی ہوں گی۔ قرآن کریم میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام جو ظاہر کیا ہے وہ ان لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ قرآن کریم تو ہر نبی کی عزت کرتا ہے۔ بہر حال جیسا کہ میں نے کہا ان کی یہ حرکت نفرتوں کی دیواریں کھڑی کرے گی۔ وہ مسلمان جو بد قسمتی سے اس زمانہ کے امام کو نہ مان کر بے لگام ہیں، یا ان کی لگا میں بد قسمتی سے ان لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی ہیں جو اپنے مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان مسلمانوں سے غلط رد عمل بھی ہو سکتا ہے۔ دنیا کو آج امن کی ضرورت ہے، محبت کی ضرورت ہے، بھائی چارہ کی ضرورت ہے، جنگوں کی تباہی سے بچنے کی ضرورت ہے، خدا تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ تباہ ہونے سے بچ سکیں۔ اس کے حصول کے لئے عیسائیوں کو بھی اپنے قبلہ کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی صحیح رد عمل دکھانے کی ضرورت ہے۔ دلائل کی بحیثی کریں، علمی بحیثی کریں۔ لیکن ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ آج مسلمان بھی اگر حقیقت میں حُب پیغمبری اور حُب قرآن کا دعویٰ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو سمجھتے ہوئے اپنی رہنمائی کے لئے اس رہنما کو تلاش کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ارشاد کے تابع اور پیشگوئیوں کے مطابق مبعوث ہوا۔ یہ رمضان کا مہینہ جس میں خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ قرآن کریم نازل ہوا جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے تو ہدایت کے وہ راستے متعین کریں جو قرآن کریم نے متعین کئے ہیں۔ ہدایت کے معیار وہ بنائیں جو قرآن کریم نے بنائے ہیں۔ ہدایت دینے والے کو پانے کے لئے بھی خالص ہو کر دعا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا سکھائی ہے۔ اگر خالص ہو کر یہ دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور رہنمائی فرماتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ غیر مسلموں کی بھی رہنمائی فرما دیتا ہے، مسلمانوں کی تو ضرور کرے گا۔ کاش کہ ہمارے مسلمان بھائی ہمارے اس درد مندانہ پیغام اور جذبات کو سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنی دنیا و آخرت سنواریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو

خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصطفیٰ اور شیریں اور خنک ہے۔ (صاف اور میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہے) ”اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفا ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بد قسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمے پر منہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اُس کے لطف اور شفا بخش پانی سے حظ اٹھاتا مگر وہ باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اس سے دُور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہئے۔ مگر نہیں، اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ ایک شخص ”(یعنی اپنے آپ کے بارہ میں کہہ رہے ہیں کہ) ”ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اور ایماء سے اس طرف بلاوے تو اُسے کذاب اور دجال کہا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا قابلِ رحم حالت اس قوم کی ہوگی۔“ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 140 جدید ایڈیشن ربوہ)

آج بھی یہی حقیقت ہے کہ قرآن کریم پر غور کرنا تو ایک طرف اکثریت قرآن کریم پڑھنے کی طرف بھی توجہ نہیں دیتی۔ اور نام نہاد علماء کے اس بات پر ورغلانے سے ان کے پیچھے چل پڑے ہیں کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کاش کہ یہ غور کریں اور ہم سے پوچھیں کہ کیا دعویٰ ہے؟ حق کو پہچاننے کی جستجو کریں۔ ان کے پاس دلیل نہیں ہے اس لئے علماء نے جماعت پر پاکستان میں خاص طور پر اور باقی مسلم ملکوں میں بھی ہر جگہ پابندی لگائی ہے۔ مسلمانوں کو یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی بات سننا بھی کفر ہے بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ ان سے سلام کرنا بھی کفر ہے۔ وہی شدت پسندی اگر عیسائی دکھا رہے ہیں تو یہاں احمدیوں کے بارہ میں مسلمان بھی دکھا رہے ہیں۔ بلکہ عمومی طور پر ایک بہت بڑا گروہ، ایک طبقہ ایسا ہے جو شدت پسندی کا اظہار کر رہا ہے تو عیسائیوں کو بھی جرأت پیدا ہوئی ہے۔ پس یہ تو ان لوگوں کی حالت ہے۔ مسلمانوں کو اپنے آپ پہ اتنا بھی یقین نہیں ہے کہ اگر احمدی غلط ہیں تو ان کی

بات کو رد کر دیں۔ کیا یہ اتنے خوفزدہ ہیں، اپنے ایمانوں کو اتنا کمزور دیکھتے ہیں کہ احمدی سے بات کریں گے تو ان کے ایمان کمزور ہو جائیں گے اور اسلام چھوڑ دیں گے۔ بہر حال یہ تو ان کے علماء کی باتیں ہیں جن کے پیچھے چل کر عامۃ المسلمین جو ہیں وہ بھی اپنی دنیا و عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہم جو احمدی ہیں ہمارا بھی فرض ہے کہ اپنا حق ادا کریں۔ ہمارا بھی فرض ہے کہ ان ہدایات کے راستوں کا عملی نمونہ بنیں جو قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں۔ پس رمضان کا یہ مہینہ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری روحانی حالتوں کی بہتری اور قرآن کریم پر عمل اور غور کرنے کے لئے ہمیں پھر میسر فرمایا ہے اس سے ہمیں بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے اور پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اور بھرپور فائدہ تبھی اٹھایا جاسکتا ہے جب ہم اس کی روزانہ باقاعدگی سے تلاوت بھی کرنے والے ہوں۔ اس کے احکامات پر غور کرنے والے ہوں۔ ان پر عمل کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ اس کے لئے کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض حکم دیئے ہیں کہ ان کو بجالاؤ، بعض نیکیاں ہیں ان کو کرنے کا حکم دیا ہے جن سے ہدایت کے راستے ملتے ہیں۔ بعض برائیاں ہیں ان سے کہا ہے کہ بچو تو ان راستوں پر چل سکو گے جو منزل مقصود تک لے جانے والے راستے ہیں۔ اور ایک مومن کی منزل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے؟

ہدایت کے راستوں کو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا قدم جو رکھا ہے وہ ایمان بالغیب ہے، اور یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ یہ ایمان بالغیب ہی ہے جو ایمان میں ترقی کا باعث بنتا ہے۔ اور یہ ایمان میں ترقی ہدایت کے ان راستوں کی طرف لے جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے پانے کے راستے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی تعلیم کو سمجھنے کے راستے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں بڑھنے کے راستے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

”متقی کی حالت میں چونکہ رویت باری تعالیٰ اور مکالمات و مکاشفات کے مراتب حاصل نہیں ہوتے اس لئے اس کو اول ایمان بالغیب ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ تکلف کے طور پر ایمانی درجہ ہوتا ہے کیونکہ قرآن تو یہ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاتا ہے جو بین الشک والیقین ہوتا ہے“ (کہ شک اور یقین کے درمیان یہ چیزیں ہوتی ہیں)۔

فرمایا کہ ”..... متقی اللہ تعالیٰ کو مان لیتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمِئِذٍ بِالْغَيْبِ“۔ فرمایا کہ ”یہ مت سمجھو کہ یہ ادنیٰ درجہ ہے یا اس کا مرتبہ کم ہے“۔ پھر فرماتے ہیں ”یہ ایمان بالغیب متقی کے پہلے درجہ کی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی وقعت رکھتی ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ سب سے بڑھ کر ایمان کس کا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ حضور آپ کا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا کس طرح ہو سکتا ہے، میں تو ہر روز جبریل کو دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نشانات کو ہر وقت دیکھتا ہوں۔ پھر صحابہ نے عرض کی کہ کیا ہمارا ایمان؟ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا ایمان کس طرح؟ تم بھی تو نشانات دیکھتے ہو۔ آخر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ صد ہا سال کے میرے بعد آئیں گے ان کا ایمان عجیب ہے کیونکہ وہ کوئی بھی ایسا نشان نہیں دیکھتے جیسے تم دیکھتے ہو مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ متقی کو اگر وہ اسی ابتدائی درجہ میں مر جاوے، تو اسی زمرہ میں داخل کر لیتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”اس لذت اور نعمت سے ابھی اس نے کچھ بھی نہیں پایا“۔ (جو نشانات دیکھ کر ملتی ہے)۔ ”لیکن پھر بھی وہ ایسی قوت دکھاتا ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی رکھتا ہے بلکہ اس ایمان کو اپنے عمل سے بھی ثابت کرتا ہے۔ یعنی یَقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ“۔ عمل یہ ہے کہ نمازوں پر قائم ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ”تقویٰ کی اس حالت میں نمازوں میں بھی وسوسے ہوتے ہیں اور قسم قسم کے وہم اور شکوک پیدا ہو کر خیالات کو پرانگندہ کرتے ہیں۔ باوجود اس کے بھی وہ نماز نہیں چھوڑتے اور نہیں تھکتے اور ہارتے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ چند روز نماز پڑھی اور ظنونِ فاسدہ اور خیالات پرانگندہ دل میں گزرنے لگے۔ بدظنیاں پیدا ہونے لگ گئیں۔ گندے خیالات آنے لگ گئے۔ ”نماز چھوڑ دی اور ہار کر بیٹھ رہے۔ مگر متقی اپنی ہمت نہیں ہارتا۔ وہ نماز کو کھڑی کرتا، نماز گری پڑتی ہے، وہ بار بار اسے کھڑی کرتا ہے۔ تقویٰ کی حالت میں دوزمانے متقی پر آتے ہیں۔ ایک ابتلا کا زمانہ دوسرا اصطفا کا زمانہ۔ ابتلا کا زمانہ اس لئے آتا ہے کہ تا تمہیں اپنی قدر و منزلت اور قابلیت کا پتہ مل جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر راستبازوں کی طرح ایمان لاتا ہے۔ اس لئے کبھی اس کو وہم اور شکوک آ کر پریشان دل کرتے ہیں۔ کبھی کبھی خدا تعالیٰ ہی کی ذات پر اعتراض اور وہم پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ صادق مومن کو اس مقام پر ڈرنا اور گھبرانا نہ چاہیے بلکہ آگے ہی قدم رکھے“۔ فرمایا کہ ”شیطان پلید کا کام ہے کہ وہ راضی نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے منکر نہ کرالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے روگردان نہ کرلے۔ وہ وسوسوں پر وسوسوں ڈالتا رہتا ہے۔ لاکھوں کروڑوں انسان انہیں وسوسوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب کر لیں پھر دیکھا جائے گا۔ باوجود اس کے کہ انسان کو اس بات کا علم نہیں کہ ایک سانس کے بعد دوسرا سانس آئے گا بھی یا نہیں؟“ (مطلب یہ کہ دل میں جو وسوسہ پیدا ہوا ہے یا غلط خیال پیدا ہوا ہے وہ کر لو دیکھا جائے گا۔ پھر بعد میں اصلاح ہو جائے گی)۔ فرمایا کہ ”لیکن شیطان ایسا دلیر کرتا ہے کہ وہ بڑی بڑی جھوٹی امیدیں دیتا اور

سبز باغ دکھاتا ہے۔ شیطان کا یہ پہلا سبق ہوتا ہے، مگر متقی بہادر ہوتا ہے اس کو ایک جرأت دی جاتی ہے کہ وہ ہر وسوسہ کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس لئے يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ فرمایا، یعنی اس درجہ میں وہ ہارتے اور تھکتے نہیں اور ابتدا میں اُنس اور ذوق اور شوق کا نہ ہونا ان کو بے دل نہیں کرتا۔ وہ اسی بے ذوقی اور بے لطفی میں بھی نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سب وساوس اور اوہام دور ہو جاتے ہیں۔ شیطان کو شکست ملتی اور مومن کامیاب ہو جاتا ہے۔ غرض متقی کا یہ زمانہ سستی کا زمانہ نہیں ہوتا بلکہ میدان میں کھڑے رہنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ وساوس کا پوری مردانگی سے مقابلہ کرے۔“ (الحکم جلد 5 نمبر 6 مورخہ 17/ فروری 1901ء صفحہ 201)

پس ان دنوں میں جب ہر ایک کو نمازوں کی طرف بھی توجہ پیدا ہوئی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجدیں بھی بھری ہوئی ہیں۔ شیطان کے ساتھ مقابلے میں پوری طاقت صرف کر دینی چاہئے۔ جب یہ صورت پیدا ہوگی کہ شیطان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد چاہ رہے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق پیدا کرنے کی طرف قدم بھی اٹھ رہے ہوں گے۔ جب خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق بھی بڑھیں گے۔ جب یہ کوشش ہوگی تب ان ہدایت کے راستوں کی طرف بھی رہنمائی ملے گی جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں۔ ہدایت کے وہ راستے نظر آئیں گے جو اپنے ساتھ روشن نشان رکھتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ ایمان بالغیب کا تقاضا ہے کہ ان تمام پیشگوئیوں پر بھی یقین رکھا جائے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہیں۔ اور جب نمازوں میں توجہ ہوگی۔ ایمان بالغیب کے ساتھ عملی صورت کا اظہار ہوگا جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمایا ہے۔ یعنی نمازوں کا قیام اور اس میں شیطان کے حملوں سے بچنے کی دعائیں، تو پھر یہ دعا بھی ہو رہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان بالغیب کی حالت کو نشانات کے ساتھ مزید مضبوط بھی کر دے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ تقاضا کرتا ہے اور ایک مومن اس کے لئے دعا کرتا ہے کہ جس طرح تیرے فرستادے پہلے زمانے کی اصلاح اور ہدایت کے لئے تیری طرف سے مبعوث ہوتے تھے اب بھی ہوں۔ کیونکہ زمانے کی حالت یہ تقاضا کر رہی ہے کہ کسی فرستادے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم نے ہی یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (الجمعة: 4)۔ اور ایک دوسری قوم میں سے بھی وہ اسے بھیجے گا جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ پس یہاں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو نشانات نہیں دیکھیں گے ان کے ایمان قابل تعریف ہیں بلکہ یہ اس عرصے کی طرف اشارہ ہے جو آپ کی پیشگوئی کے مطابق ہی اندھیرے زمانے کا عرصہ تھا جب مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر روحانیت کو آگے بڑھانے کے لئے، مسلمانوں کی تربیت کے لئے کوئی

بڑا وسیع نظام نہیں تھا۔ ہاں چھوٹی چھوٹی جگہوں پر مجددین تھے جو اپنے کام کر رہے تھے یا وہ لوگ ہیں جن تک بعد میں بھی اللہ تعالیٰ کے آئے ہوئے فرستادے کا پیغام نہیں پہنچا۔ ان کی اگر ایمانی حالت پھر بھی قائم رہتی ہے تو یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے ایمان بالغیب کی صحیح حفاظت کی ہے۔ اور جو ایمان بالغیب کی صحیح حفاظت کرنے والے ہیں وہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانتے بھی ہیں اور قبول بھی کرتے ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ایمان لائے تھے انہوں نے کوئی نشانات نہیں مانگے تھے۔ بہت سارے ایسے تھے جو ایمان بالغیب پر ہی یقین رکھتے تھے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 644)

صرف آپ کی ظاہری حالت دیکھ کر ان کو یقین تھا کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ اور پھر مسیح و مہدی کے آنے کے ساتھ یہ نشانات کا دور شروع ہو گیا۔ یہ بھی پیشگوئی تھی کہ نشانات کا دور شروع ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ یہ نشانات دیکھ رہی ہے۔ اور ایمان بالغیب کی وجہ سے اس یقین پر بھی قائم ہے کہ جو وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جو اب تک ہمیں نظر نہیں آ رہیں وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہوں گی۔ ہم شیطان کے حملوں اور وسوسوں کو اپنی نمازوں کی خوبصورتی سے ادا یگی اور دوام اختیار کرتے ہوئے دور کرتے چلے جائیں گے۔ اور شیطان کے وسوسے کبھی ہمارے پائے ثبات کو ہلا نہیں سکتے۔ شیطان کے چیلوں کا تمام زور اس زمانے میں احمدیوں کو اپنے ایمان میں کمزور کرنے پر صرف ہو رہا ہے۔ لیکن ہم تو اب اس حالت میں آچکے ہیں کہ جب نشانات بھی سامنے نظر آ رہے ہیں اور اگر کوئی ابتلاؤں کا دور ہے تو یہ بھی پہلے سے ہی قرآن کریم کی پیشگوئیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہوا ہے۔ الہی جماعتوں کے لئے یہ ابتلاء آتے ہیں اور زمانے کے امام نے ہمیں اس کے لئے تیار کیا ہوا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ رمضان کی برکتوں سے فیض اٹھائیں۔ اس میں دعاؤں کے ذریعہ سے، اپنی نمازوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور اپنے ایمانوں میں مضبوطی کی دعائیں بھی کرنی چاہئیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے وعدے پورے ہونے کے لئے دعاؤں سے مدد مانگنی چاہئے۔ یہ مہینہ جو دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ بھی ہے اس میں جب ہم خدا تعالیٰ سے قرآن کریم کی حکومت اور اس کی عظمت اور تمام دنیا میں اس کی حکومت کے قیام کی دعا مانگ رہے ہوں گے تو یقیناً خدا تعالیٰ اپنے زور آور حملوں سے نشانات کا ایک نیا سلسلہ اور دور شروع فرمائے گا۔ اور قرآن کریم کی تعلیم اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ حق کے قیام اور باطل کے فرار کے نظارے ہمیں دکھائے گی۔ لوگ زمانے کے امام آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور خدا تعالیٰ کے فرستادے کی آواز سننے کی طرف توجہ دیں گے۔ جو عین قرآنی تعلیم کے مطابق دنیا کو ہدایت اور حق کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ آج اگر کوئی حفاظت قرآن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہے تو وہ یہی مسیح موعود ہے۔ اور آج اگر کوئی جماعت یہ کام احسن رنگ میں سرانجام دے سکتی ہے اور دے رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ جس کے لئے ہمیں پہلے سے بڑھ کر کمر بستہ ہونے کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے ہمیں اپنی دعاؤں میں شدت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہم اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہے ہوں گے یا کوتاہی کرنے والے بن رہے ہوں گے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کی عملی تصویر بننے کے لئے اپنی استعدادوں کے لحاظ سے بھی بھرپور کوشش کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”قرآن شریف میں یہ وعدہ تھا کہ خدا تعالیٰ فتنوں اور خطرات کے وقت میں دین اسلام کی حفاظت کرے گا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَخٰفِضُوْنَ (الحجر: 10)۔ سو خدا تعالیٰ نے بموجب اس وعدہ کے چار قسم کی حفاظت اپنے کلام کی کی۔

اول: حافظوں کے ذریعہ سے اس کے الفاظ اور ترتیب کو محفوظ رکھا اور ہر ایک صدی میں لاکھوں ایسے انسان پیدا کئے جو اس کی پاک کلام کو اپنے سینوں میں حفظ رکھتے ہیں۔ ایسا حفظ کہ اگر ایک لفظ پوچھا جائے تو اس کا اگلا پچھلا سب بتا سکتے ہیں اور اس طرح پر قرآن کو تحریف لفظی سے ہر ایک زمانہ میں بچایا۔

دوسرے: ایسے ائمہ اور اکابر کے ذریعہ سے جن کو ہر ایک صدی میں فہم قرآن عطا ہوا ہے۔ جنہوں نے قرآن شریف کے اجمالی مقامات کی احادیث نبویہ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کی پاک کلام اور پاک تعلیم کو ہر ایک زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھا۔

تیسرے: متکلمین کے ذریعہ سے جنہوں نے قرآنی تعلیمات کو عقل کے ساتھ تطبیق دے کر (عقل کے مطابق کر کے یا عقلی دلیلوں کے ساتھ) خدا کی پاک کلام کو کو تہ اندیش فلسفیوں کے استخفاف سے بچایا ہے۔

چوتھے: روحانی انعام پانے والوں کے ذریعہ سے جنہوں نے خدا کی پاک کلام کو ہر ایک زمانہ میں معجزات اور معارف کے منکروں کے حملہ سے بچایا ہے۔“

فرماتے ہیں کہ ”سو یہ پیشگوئی کسی نہ کسی پہلو کی وجہ سے ہر ایک زمانہ میں پوری ہوتی رہی ہے“ (قرآن کریم کی پیشگوئی کہ میں نے یہ کتاب اتاری اور میں اس کی حفاظت کروں گا۔) فرمایا ”اور جس زمانہ میں کسی پہلو

پر مخالفوں کی طرف سے زیادہ زور دیا گیا تھا اسی کے مطابق خدا تعالیٰ کی غیرت اور حمایت نے مدافعت کرنے والا پیدا کیا ہے لیکن یہ زمانہ جس میں ہم ہیں یہ ایک ایسا زمانہ تھا جس میں مخالفوں نے ہر چہار پہلو کے رو سے حملہ کیا تھا اور یہ ایک سخت طوفان کے دن تھے کہ جب سے قرآن شریف کی دنیا میں اشاعت ہوئی ایسے خطرناک دن اسلام نے کبھی نہیں دیکھے۔ بد بخت اندھوں نے قرآن شریف کی لفظی صحت پر بھی حملہ کیا اور غلط ترجمے اور تفسیریں شائع کیں۔ بہترے عیسائیوں اور بعض نیچریوں اور کم فہم مسلمانوں نے تفسیروں اور ترجموں کے بہانے سے تحریف معنوی کا ارادہ کیا اور بہتوں نے اس بات پر زور دیا کہ قرآن اکثر جگہ میں علوم عقلیہ اور مسائل مسلمہ مثبتہ طبعی اور ہیئت کے مخالف ہے۔ (بعض ایسے ثابت شدہ مسائل جو طبیعات اور ہیئت دانوں کے ہیں اس کے مخالف ہیں)۔ فرمایا ”اور نیز یہ کہ بہت سے دعاوی اس کے عقلی تحقیقاتوں کے برعکس ہیں اور نیز یہ کہ اس کی تعلیم جبر اور ظلم اور بے اعتدالی اور نا انصافی کے طریقوں کو سکھاتی ہے۔ اور نیز یہ کہ بہت سی باتیں اس کی صفات الہیہ کے مخالف اور قانون قدرت اور صحیفہ فطرت کے منافی ہیں اور بہتوں نے پادریوں اور آریوں میں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور قرآن کریم کے نشانوں اور پیش گوئیوں سے نہایت درجہ کے اصرار سے انکار کیا اور خدا تعالیٰ کی پاک کلام اور دین اسلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی صورت کھینچ کر دکھلائی اور اس قدر افتراء سے کام لیا جس سے ہر ایک حق کا طالب خواہ نخواستہ نفرت کرے۔ لہذا اب یہ زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ جو طبعاً چاہتا تھا کہ جیسا کہ مخالفوں کے فتنہ کا سیلاب بڑے زور سے چاروں پہلوؤں پر حملہ کرنے کے لئے اٹھا ہے ایسا ہی مدافعت بھی چاروں پہلوؤں کے لحاظ سے ہو اور اس عرصہ میں چودھویں صدی کا آغاز بھی ہو گیا۔ اس لئے خدا نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے وعدہ کے موافق جو اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ہے اس فتنہ کی اصلاح کے لئے ایک مجدد بھیجا۔ مگر چونکہ ہر ایک مجدد کا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک خاص نام ہے اور جیسا کہ ایک شخص جب ایک کتاب تالیف کرتا ہے تو اس کے مضامین کے مناسب حال اس کتاب کا نام رکھ دیتا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے اس مجدد کا نام خدمات مفوضہ کے مناسب حال مسیح رکھا کیونکہ یہ بات مقرر ہو چکی تھی کہ آخر الزمان کے صلیبی فتنوں کی مسیح اصلاح کرے گا۔ پس جس شخص کو یہ اصلاح سپرد ہوئی ضرور تھا کہ اس کا نام مسیح موعود رکھا جائے۔ پس سوچو کہ یَسِّرُ الصَّلٰیْبِ کی خدمت کس کو سپرد ہے۔ اور کیا اب یہ وہی زمانہ ہے یا کوئی اور ہے؟ سوچو خدا تمہیں تھام لے۔“ (ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 288۔ 290)

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا آج چرچ نے جو اعتراض کئے ہیں یہ پرانے اعتراض ہیں جنہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس اقتباس میں سوسال پہلے ہی بیان کر دیا تھا۔ وہ اعتراض تقریباً اس سے ملتے جلتے ہیں جو اس چرچ نے کئے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل پر کوئی نہیں ٹھہر سکا۔ افسوس کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم کام کو دیکھتے ہوئے جس کی بعض مسلمان لیڈروں نے تعریفیں بھی کی ہیں، بجائے اس کے کہ مسلمان آپ کے گرد جمع ہوتے، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ حکم فرمایا تھا کہ مسیح موعود کے آنے پر میرا سلام اسے پہنچانا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 182 مسند ابی ہریرۃ حدیث نمبر 5957 مطبوعہ بیروت ایڈیشن 1998)

اکثریت آپ کی مخالفت میں لگ گئی۔ یہ سب بھی ایمان بالغیب کی نفی ہے۔ اور یہ مخالفت شدت پسندوں اور نا انصاف حکومتوں کی وجہ سے اپنی شدت کا رنگ اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی عقل دے اور وہ اس عاشق رسول اور عاشق قرآن اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم کی حفاظت پر مامور کے پیغام کو سن کر اس کے مددگار بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ اس جری اللہ کے سلطان نصیر بنیں اور قرآن کریم کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کا باعث بنیں۔

میں نے دشمنوں کا ذکر کیا ہے تو آج پھر ان ظالموں کے ظلموں کی دو افسوس ناک خبریں ہیں۔ اس ہفتہ میں صوبہ سندھ میں دو شہادتیں ہوئی ہیں۔ ایک کراچی میں اور دوسری ساگھڑ میں۔ یہ لوگ نہیں دیکھ رہے کہ ظلموں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی تقدیر کیا دکھلا رہی ہے۔ خود تسلیم کر رہے ہیں اور اخباروں میں لکھ رہے ہیں۔ کالم آرہے ہیں کہ ہماری غلطیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا عذاب ہم پر آ رہا ہے۔ لیکن ان غلطیوں کی نشاندہی غلط طریقوں پر کر رہے ہیں، ان کی آنکھوں پر اس قدر پردے پڑ گئے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ ایک جگہ کچھ بد فطرت مٹلاں یہ وعظ کر رہے تھے کہ ہم نے قادیانیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے پوری طرح کوشش نہیں کی اس لئے یہ عذاب ہم پر آیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ احمدی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس امتحان سے گزر جائیں گے لیکن اے بد فطرت مٹلاں! تم جو ظلموں کی تعلیم خدا اور رسول کے نام پر دے رہے ہو، تم جو قرآن کریم کی تعلیم کا مذاق اڑا رہے ہو تو تم ضرور خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آؤ گے۔

بعض لوگ مجھے یہ بھی لکھ دیتے ہیں اور کہتے بھی ہیں کہ میری باتیں جب میں بعض دفعہ مٹلاؤں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں تو وہ ان کو اور بھڑکاتی ہیں اور مجھے نہیں کرنی چاہئیں۔ ہمارے بعض معصوموں کی یہ غلط فہمی ہے۔ اس لئے میں تو اپنوں کو بھی سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو منصوبے انہوں نے بنائے ہوئے ہیں ان کا میرے کہنے یا نہ کہنے

سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کے خوفناک منصوبے ہیں کہ احمدیوں کے خلاف پاکستان میں کیا کچھ کرنا ہے اور باہر بھی کوششیں کرتے ہیں، کر رہے ہیں۔ میں تو اس لئے بھی کہتا ہوں کہ شاید میری باتیں کسی شریف النفس کو شَرِّ النَّاسِ سے قوم کو ہوشیار کرنے کے کام آجائیں۔ بہر حال ہمارا کام تو صبر، استقامت اور دعا سے اپنی منزل کی طرف سے رواں دواں رہنا ہے اور یہ ہم انشاء اللہ کرتے چلے جائیں گے۔ اور ان دنوں میں احمدی خاص طور پر خدا تعالیٰ کے آستانے پر اس طرح جھکیں کہ بس اسی کے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے ہر شران پر الٹائے اور ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بننے چلے جائیں۔

جن دو شہادتوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں ایک کراچی کے ڈاکٹر نجم الحسن صاحب شہید ہیں۔ آپ 16 اگست کو رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے اپنے کلینک واقعہ اورنگی ٹاؤن سے واپس جانے کے لئے جب گاڑی میں بیٹھ رہے تھے تو کسی نامعلوم شخص نے فائرنگ کر دی۔ آپ کو قریبی ہسپتال میں لے جایا گیا لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر شہادت پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ سنا ہے کہ ان کے سینے پر تیرہ گولیاں لگی تھیں۔

ڈاکٹر نجم الحسن شہید کا آبائی تعلق بہار کے ایک شہر بھاگلپور سے تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں بھاگلپور سے مکرم محمود عالم صاحب قادیان تشریف لے گئے اور وہاں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ انہی کے ذریعے بھاگلپور میں احمدیت کا نفوذ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کے دادا مخدوم الحسن صاحب اور مکرم مولوی عبد الماجد صاحب بھاگل پوری خلافتِ ثانیہ کے دور میں احمدیت میں داخل ہوئے۔ 1956ء میں ان کا خاندان بھاگلپور سے ہجرت کر کے ڈھا کہ آ گیا۔ 1971ء میں جب بنگلہ دیش بنا تو ڈاکٹر صاحب شہید کے والدین ہجرت کر کے چند سال انڈیا اور نیپال میں رہے۔ پھر 1975ء میں کراچی منتقل ہو گئے۔ ڈاکٹر نجم الحسن صاحب کی پیدائش 1971ء میں ڈھا کہ میں ہوئی تھی۔ آپ سات بھائی اور ایک بہن ہیں۔ اپنے بہن بھائیوں میں ڈاکٹر صاحب دوسرے نمبر پر تھے۔ اپنی تمام تعلیم پرائمری سے لے کر چائلڈ سپیشلسٹ بننے تک کراچی میں ہی حاصل کی۔ سندھ میڈیکل کالج سے M.B.B.S کیا۔ F.C.P.S کیا۔ اپنی پریکٹس بھی کر رہے تھے اور ڈاؤن یونیورسٹی میں بچوں کے شعبے کے ہیلتھ سائنسز کے اسٹنٹ پروفیسر بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ روزمرہ کے معمول کے مطابق ہی یہ اپنی کلینک سے باہر نکلے ہیں اور گاڑی سٹارٹ کی ہے تو نامعلوم افراد نے آکر ان پر فائرنگ کر دی۔ قریب ہی ان کے بھائی کی میڈیکل سٹور کی دکان تھی، وہ جب باہر آئے ہیں تو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب خون میں لت پت تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی عمر ساڑھے اسی سال تھی۔ ایک نڈراور بے خوف شخصیت کے مالک

تھے۔ کئی دفعہ آپ کے خسر نے انہیں کہا بھی کہ یہاں سے کلینک تبدیل کر لیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ اسی علاقہ میں پلا بڑھا ہوں۔ اس علاقے کے لوگوں کا مجھ پر حق ہے۔ اس لئے میں ان کی خدمت کے لئے یہیں پریکٹس کروں گا۔ خدام الاحمدیہ کے کیمپس میں بھی وقت دیا کرتے تھے۔ لیکن لوگ حق ادا کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ جو نافع الناس لوگ ہوتے ہیں ان کو بھی ظالمانہ طریق پر ختم کر دینے سے یہ نہیں چوکتے۔ آپ نے کبھی کہیں اپنی احمدیت کو نہیں چھپایا۔ موصی تو میں نے بتایا کہ تھے ہی لیکن نمازیں بڑے خشوع و خضوع سے پڑھنے والے تھے۔ چندوں میں بڑے باقاعدہ اور بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ پس ماندگان میں اہلیہ ہیں اور بیٹی شافیہ حسن عمر پانچ سال اور بیٹا محمد حسن عمر دو سال اور ایک بیٹی ملیحہ حسن اڑھائی ماہ۔ اور تینوں بچے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نو کی تحریک میں شامل ہیں۔

دوسری شہادت مکرم حبیب الرحمن صاحب سا نگھڑ کی ہے۔ حبیب الرحمن صاحب کا آبائی تعلق ضلع گجرات سے ہے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے دادا کے بھائی حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے ہوا۔ ان کے بعد آپ کے دادا حضرت پیر برکت علی صاحب بھی بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہو گئے۔ آپ کے دادا کے بھائی پہلے احمدی ہوئے تھے پھر آپ کے دادا احمدی ہوئے۔ بعد ازاں انہی کے دو بھائی حضرت پیر افتخار علی صاحب اور حضرت حافظ روشن علی صاحب بھی بیعت کر کے 1901ء میں احمدیت میں داخل ہو گئے۔ 1912ء میں آپ کے خاندان کے بڑوں نے کچھ زمین سندھ میں خریدی جس کی وجہ سے سندھ میں شفٹ ہو گئے۔

حبیب الرحمن صاحب کی پیدائش 1950ء میں سا نگھڑ میں ہوئی۔ اور تعلیم انہوں نے ربوہ میں حاصل کی۔ ربوہ میں جب یہ تعلیم حاصل کر رہے تھے تو میرے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ بڑے ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے اور اچھی لیکن پاکیزہ مجلس لگانے والے۔

حبیب الرحمن صاحب شہید 19 اگست 2010ء کو صبح ساڑھے دس بجے گھر سے اپنی زرعی زمینوں کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک موٹر پر جب کار کی رفتار آہستہ ہوئی تو دو نا معلوم نقاب پوش موٹر سائیکل سواروں نے موقع پا کر آپ پر فائرنگ کر دی۔ جس سے گولی آپ کی کینٹی پر لگی اور موقع پر جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ جیسا کہ میں نے بتایا آپ کی پیدائش 1950ء کی تھی۔ ساٹھ سال آپ کی عمر تھی۔ 1990ء میں بچوں سمیت امریکہ شفٹ ہو گئے تھے۔ امریکہ جانے سے پہلے آپ قائد مجلس خدام الاحمدیہ

سانگھڑ اور قائد ضلع سانگھڑ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ جماعتی طور پر سیکرٹری مال کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ امریکہ میں آپ کو [alislam.org](http://alislam.org) جو جماعت کی ویب سائٹ ہے، اس میں بڑی نمایاں خدمت کی توفیق ملی ہے۔ اور ابتدائی کارکنان میں سے تھے اور بڑے اچھے ورکر تھے۔ اور اسی طرح ورکر اور کام کرنے والے تلاش کرنے میں بھی آپ نے بڑا کام کیا ہے۔ 2006ء میں آپ کے بھائی ڈاکٹر مجیب الرحمن صاحب کو شہید کر دیا گیا تھا تو آپ بوڑھے والد کی خدمت کرنے کے لئے امریکہ سے سانگھڑ شفٹ ہو گئے تھے۔ اور یہاں شفٹ ہونے کے کچھ عرصے بعد جب ان کو تحریک کی گئی تو پھر اپنے شہید بھائی کی جو بیوہ تھی ان سے ان کی شادی ہو گئی۔ کیونکہ ان کی بیوی پہلے فوت ہو چکی تھی۔ نمازوں کے پابند، چندہ جات کی ادائیگی کے بڑے پابند، خلافت سے بڑا تعلق رکھنے والے۔ غریبوں کا دکھ بانٹنے والے مخلص وجود تھے۔ ان کے والد مکرم پیر فضل الرحمن صاحب زندہ ہیں، حیات ہیں۔ ان کی عمر 91 سال ہے۔ چار بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ اور پہلی بیوی تو میں نے بتایا فوت ہو گئی تھیں۔ اولاد میں سے انیس الرحمن ہیں 32 سال ان کی عمر ہے۔ حمیرا صاحبہ 23 سال، عائشہ صاحبہ 28 سال۔ سب بچے امریکہ میں ہیں اور دوسری اہلیہ جو ان کے بھائی مجیب الرحمن صاحب شہید کی بیوہ ہیں۔ ان کے اپنے بچے اعزاز الرحمن 13 سال، معاذ الرحمن 11 سال، اور مشعل عمر 7 سال، یہ پسماندگان میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر اور حوصلہ دے۔

ایک اور مخلص دوست کامیوں ذکر کرنا چاہتا ہوں جو موسیٰ رستمی صاحب ہیں، ان کا جنازہ تو میرا خیال ہے میں نے مصطفیٰ ثابت صاحب کے جنازے کے ساتھ ہی پڑھ دیا تھا۔ لیکن ایک انتہائی مخلص دوست تھے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کا ذکر بھی یہاں ہو جائے۔ 5 اگست 2010ء کو ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ کو سو کے جلسے میں اس سال آپ کی تقریر تھی، اس میں انہوں نے بتایا کہ 1985ء میں ان کے بھائی UK آئے اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ سے ملاقات کی۔ جب ان کے بھائی واپس گئے اور اپنی یادوں کا ذکر کیا کہ حضور انور سے کیسے ملاقات ہوئی تو موسیٰ صاحب پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اس کے علاوہ اپنے بھائی میں غیر معمولی انقلاب دیکھ کر بھی ان پر گہرا اثر ہوا۔ ہائی سکول اور ملٹری سروس مکمل کرنے کے بعد آپ سوئٹزرلینڈ چلے گئے۔ وہاں تقریباً چار سال رہے۔ انہوں نے خود بتایا کہ وہاں کے احمدیوں سے مل کر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ بعد ازاں آپ کچھ عرصہ ہالینڈ رہے، ہالینڈ جاتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی زندگی جماعت کی خدمت کے لئے وقف کریں گے۔ بیعت تو وہ اپنے بھائی کے اثر کو دیکھ کر پہلے ہی کر چکے تھے۔ ہالینڈ میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح

الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلی ملاقات ہوئی اور اس پہلی ملاقات میں انہوں نے اپنی زندگی وقف کرنے کا ذکر کیا تو حضور رحمہ اللہ نے انہیں البانیہ چلے جانے کا کہا۔ بہر حال چند وجوہات کی وجہ سے نہیں جاسکے۔ سن 2000ء میں امیر صاحب جرمنی ہالینڈ تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ کسی کو تلاش کریں جو کوسوو جاسکے تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا خیال ہے کہ کوئی بھی وہاں نہیں جانا چاہے گا لیکن میں اس کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ مئی 2000ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ کی اجازت سے وہ کوسوو چلے گئے۔ کوسوو میں سب سے پہلے جولان (Gjilan) میں اپنے بھائی کے گھر ٹھہرے جہاں ان کی بہن بھی اپنی فیملی کے ساتھ رہتی تھیں۔ بعد میں ان کی بہن بھی احمدی ہو گئیں۔ اس طرح پہلا جمعہ ان کے گھر میں ہی ادا کیا گیا۔ اس کے بعد پرشتنا (Prishtna) چلے گئے۔ دس سال تک جماعت کوسوو کے صدر رہے۔ جماعت کی ترقی اور اس کے مفاد کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ کسی نہ کسی رنگ میں پیغام حق پہنچاتے رہتے تھے۔ بڑی دلجمعی سے جماعت کے کام کرتے تھے۔ جماعتی رقوم کو بڑی احتیاط سے خرچ کیا کرتے تھے۔ پہلے مشن ہاؤس کی تکمیل کے ہر مرحلے پر اخراجات کا خود جائزہ لیتے رہے۔ بہت سا حصہ وقار عمل کے ذریعہ مکمل کروایا۔ ایک دفعہ انہیں پتہ چلا کہ ان کی تنخواہ مبلغ سے کچھ زیادہ ہے تو پوچھے اور بتائے بغیر ہی اپنی تنخواہ کو کم کر لیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری تنخواہ ایک مبلغ سے زیادہ ہو۔ ان کے پاس کار نہیں ہوتی تھی، بائیسکل پر ہی سارے کام کیا کرتے تھے۔ کوسوو میں جماعت کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے اور نو مبائعین کی تربیت کی ہر لمحے فکر رہتی تھی۔ اور ایک فیملی کی طرح انہوں نے نو مبائعین کو سنبھالا ہے اور ان کی تربیت کی ہے۔ ان کی تربیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوسوو جماعت کی اکثریت موصی ہے اور انتہائی پڑھے لکھے افراد پر مشتمل ہے۔ بڑے خوش مزاج، نیک، نمازوں میں باقاعدہ اور بڑے خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرنے والے، خلافت سے بڑا وفا کا تعلق رکھنے والے تھے۔ ان کی آنکھوں سے بڑا عشق ٹپکتا تھا۔ ہر دفعہ جرمنی کے جلسے میں مجھے ملا کرتے تھے۔ انہوں نے پچھلے سال ایک دفعہ مجھے کہا کہ ہمارے بارہ میں کوسوو کے جو مسلمان علماء ہیں، انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ ڈال دیا ہے کہ احمدی جو ہیں یہ حج نہیں کرتے بلکہ یہ جلسے پر جاتے ہیں۔ تو اس وجہ سے بعض لوگ ہماری باتیں نہیں سنتے۔ تو ان کو میں نے کہا تھا کہ اس سال آپ حج کریں۔ اللہ کے فضل سے پچھلے سال انہوں نے حج بھی کیا تھا اور اس کے بعد اب ملے تو میں نے پوچھا کہ یہ شکوہ تو اب دور ہو گیا ہوگا۔ تو بڑے خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حج کی توفیق دی اور حاجی کہلاتے تھے۔ بہر حال عمر اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن کسی اچانک بیماری کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم

کا سلوک فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان کو بھی صبر دے۔ اور احمدیت پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بہتر اور ان جیسے کام کرنے والے کو سوو و جماعت میں مزید افراد عطا فرمائے بلکہ ہر ملک میں جماعت کو ایسے افراد عطا فرمائے جو اخلاص اور وفا میں بڑھے ہوئے اور بے نفس ہو کر جماعت کی خدمت کرنے والے ہوں۔  
(نماز جمعہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے ہر دو شہداء کی نماز جنازہ غائب پڑھائی)